خرچ پر بھیجتے رہا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اس تصور کو لیے ہوئے اگر وہ دارالاسلام آنے پر آمادہ نہ ہوتے تو اور کیا کرتے؟ اور اگر ہماری دعوت ایسی ہی فیاضانہ ہو تو نیک نیت اہل ایمان میں سے کس کو اپنی نوکری چھوڑ دینے یا مدرسے سے نکل آنے میں تامل ہو سکتا ہے؟ ان کی اس بات سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ کا طرز تبلیغ بہت خام ہے۔ جس میں فہم کا عنصر کم اور جذباتی جوش کا عنصر زیادہ ہے، اسی وجہ سے ایسے لوگ جو ہمارے مسلک و طریق کار کو پانچ فی صدی بھی نہیں سمجھے ہیں۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہمارے ساتھ آملنے کو پچانوے فیصدی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ براہ کرم اس طرز تبلیغ کی اصلاح کیجیے ورنہ جو پیچیدگی ان عزیز کے معاملہ میں پیش آئی ہے اس سے زیادہ آئندہ پیش آنے کا خطرہ ہے۔

یہ بات بھی میں اس سے پہلے آپ کو بتا چکا ہوں کہ جب تک آپ سرکاری ملازمت میں ہیں قواعد ملازمت کے اندر رہتے ہوئے کام کیجیے۔ اول تو کسی سے تنخواہ لینے کے بعد ان شرائط کی پابندی نہ کرنا جن کے تحت وہ تنخواہ دے رہا ہے اخلاقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر آپ قواعد کے خلاف کام کریں گے اور اس کی پاداش میں برطرفی یا کسی اور قسم کی سزا پائیں گے تو اس سے آپ کی اخلاقی پوزیشن اتنی کمزور ہو جائے گی، حالانکہ اس وقت نظام جاہلیت کے خلاف ہمارا سب سے بڑا اسلاح جنگ اگر کوئی ہے تو وہ اخلاق ہی ہے۔ اس لیے آپ نے طالب علم مذکور کو جس طرز کی تبلیغ کی اور اس کی وجہ سے جو باز پرس آپ سے ہوئی وہ ان ہدایات کے خلاف ہیں جو آپ کو مرکز سے دی گئی تھیں۔ اب آپ کو ان سوالات کے جواب میں، جو آپ سے کیے گئے ہیں، بالکل سیدھے اور صاف طریقہ سے صحیح صحیح بیان دینا چاہیے۔ لیکن جواب آپ کا سخت نہ ہونا چاہیے۔ زبان اور لب و لہجہ میں پوری معقولیت ہو۔ جو غلطی ہے اس کو غلطی تسلیم کر لیجیے، اور آپ کی اور اس جماعت کی جو صحیح پوزیشن ہے اس کو بے تکلف بیان کر دیجیے۔

ہمارے طریق کار پر چند اعتراضات اور ان کا جواب

سوال:۔ آپ کے طریق کار میں ہم کو چند بنیادی غلطیاں نظر آتی ہیں، جن کو نیچے درج کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ان کے متعلق اپنے خیال کی وضاحت فرمائیں گے۔

(۱) آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کا طریق تبلیغ وہی ہے جو انبیاء کرام کا تھا۔ مگر ہر نبی پہلے خالص توحید کی دعوت دیتا تھا اور ایک ایک الٰہ باطل کا نام لے کر اس کی پرستش سے لوگوں کو منع کرتا تھا۔ لیکن آپ ان باطل الہوں کا ذکر ضمناً کرتے ہیں، اصل مقصد تبلیغ اسے قرار نہیں دیتے۔ کیا کسی نبی نے مصلحتاً اس کام کو موخر کیا تھا اور پہلے صرف ربوبیت کے تصور کو پیش کرنے ہی پر اکتفا کیا تھا؟ آپ کے اس طریق سے آپ کے گرد بھیڑ تو اکٹھی ہو سکتی ہے، مگر اس بھیڑ میں بہت کم لوگ شرک سے کلی طور پر پاک ہوں گے۔ مثلاً آپ کی جماعت کے ایک رکن کا نام "محمد غوث" ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک ایک ایک مشرکانہ فعل پر انگلی رکھ کر نہیں بتایا جائے گا، مسلمان شرک سے پاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے لازمی ہے کہ آپ بھی حضرت شاہ اسماعیل شہید کی طرح موجودہ دور کے ایک ایک مشرکانہ فعل کی تشریح کر کے اس کی حقیقت واضح کر دیں۔

(۲) آپ کا خیال ہے کہ موجودہ دور میں حکومت سب سے بڑا بت اور طاغوت ہے، جس کی پرستش ہو رہی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس حکومت کے کارندے اس بت کے پجاری ٹھیرے، یعنی شرک کے مرتکب۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایسے اشخاص کو اپنی جماعت میں

شامل ہونے کی اجازت دیتے ہیں جو ریل، ڈاک اور تعلیم کے سرکاری محکموں میں ملازم ہیں؟ اگر آپ اضطرار کی رخصت کی بنا پر اجازت دیتے ہیں تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ایسے تمام لوگ واقعۃً حالتِ اضطرار ہی میں مبتلا ہیں اور رخصت اضطرار کے تمام شرائط اپنے اندر رکھتے ہیں؟

(۳) آپکے خیال میں مذہب کو سیاست سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بنی اسرائیل اپنے نبی کے ذریعہ ایک بادشاہ کے تقرر کی درخواست کرتے ہیں اور انھیں یہ جواب نہیں دیا جاتا کہ جب نبی تمھارے اندر موجود ہے تو تم یہ کیسا مطالبہ کر رہے ہو۔ بلکہ بادشاہ مقرر کر دیا جاتا ہے؟ نیز جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہی نبوت سے الگ مستقل طور پر ایک نعمت ہے۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام بھی "ملک" حاصل ہونے کی دعا کرتے ہیں اور ملنے پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور بحیثیت ایک بادشاہی کے ملکۂ سبا سے اطاعت چاہتے ہیں۔ ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ بادشاہی کی خواہش کرنا بذات خود محمود چیز ہے اور دین کے قیام کے نتیجے کے طور پر اس کا حصول تو اللہ کا مقرر کردہ انعام ہے۔

نیز حضرت موسیٰؑ کا بنی اسرائیل کی ساری قوم کو فرعونیوں کی غلامی سے نکال کر الگ لے جانا بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ بھی اپنی قوم کے افراد کی انفرادی اصلاح اور تزکیہ سے پہلے غلامی سے نجات دلانا ضروری خیال فرماتے ہیں۔ چونکہ نبی کا کوئی فعل اپنی رائے سے نہیں ہوتا اس لیے حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ علیہما السلام کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی اصلاح اور تزکیہ سے پہلے اگر مسلمان کہلانے والی قوم کو سیاسی غلبہ دلانے کی کوشش کی جائے اور بعد میں ان کے اعمال کی خرابیوں کی اصلاح کی جائے تو یہ طریقہ بھی صحیح ہے۔

جواب (۱) معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہمارے لٹریچر کا اچھی طرح مطالعہ نہیں کیا۔ ہمارا طریق دعوت بعینہٖ وہی ہے جو حضرات انبیائے کرام کا تھا، البتہ زمانہ کے اقتضا سے ہم نے شرک کی اُن اقسام پر اصلی ضرب لگانے کی کوشش کی ہے جو اس عہد میں نہ صرف یہ کہ لوگوں سے مخفی تھیں بلکہ ان کا شمار اجزائے توحید میں ہونے لگا تھا اور وقت کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان کو خدا پرستی سمجھے بیٹھا تھا۔ "محمد غوث" جیسے ناموں پر مورچے قائم کرنے والوں اور مردہ خداؤں کی نذروں اور منتوں پر تکفیر کرنے والوں کی تو کمی نہیں تھی، البتہ زندہ خداؤں اور باقتدار طاغوتوں اور آلہہ کی بندگی کو شرک قرار دینے کی نہ صرف یہ کہ جرأت لوگوں میں مفقود تھی بلکہ اس کے شرک ہونے کا تصور بھی مسلمانوں میں مردہ ہو چکا تھا۔ ہم اس وقت یہی کام کر رہے ہیں اور اس کی تفہیم کے لیے ہم جو چیز مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کا اثر ان شاء اللہ یہ ہو گا کہ شرک اپنی تمام جلی و خفی قسموں اور اپنے تمام اشباہ و قوالب کے ساتھ ختم ہو جائے گا، اور لوگ اپنے ناموں اور کاموں ہر چیز میں شرک سے نفرت کرنے لگیں گے۔

(۲) ہم موجودہ زمانے کے ان کمزور مسلمانوں کو جو طاغوت کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں تھوڑا سا الاؤنس محض اس وجہ سے دے رہے ہیں کہ ان پر امر حق واضح کرنے کی کوشش پہلے نہیں کی گئی ہے۔ انھوں نے ایک باطل نظام کی خدمت اس کو باطل سمجھ کر نہیں کی ہے بلکہ اس کو یا تو اسلام اور مسلمانوں کی عزت و سرفرازی سمجھ کر اختیار کیا یا کم از کم اسے حصول رزق کا ایک پاک وسیلہ سمجھا۔ جو لوگ ان کی اس جہالت کو دور کر سکتے تھے، یعنی حضرات علماء، انھوں نے طرح طرح سے اس جہالت کو اور زیادہ بڑھانے کی کوشش کی۔ اب ہماری دعوت سے جو لوگ متنبہ ہوئے ہیں اور موجودہ حالت سے بیزاری محسوس کرنے لگے ہیں ہم ان سے یہ توقع نہیں کر سکتے